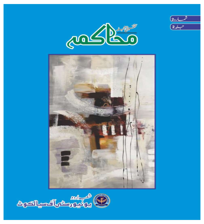

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ
ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

نعمت اللہ ارشد گھمن
لیکچرار، شعبہ اردو، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد
محمد شعیب علوی
ایم فل سکالر، شعبہ اُردو، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر سخی خان کی شاعری میں استعارات و تشبیہات کا جائزہ

A review of metaphors and analogy in the poetry of Dr. Sakhi Khan

Naimat Ullah Arshad Ghumman
Lecturer, Deptt. of Urdu, Muslim Youth University, Islamabad
Muhammad Shoaib Alvi
M. Phil Scholar (Urdu), Muslim Youth University, Islamabad

Abstract

Dr. Muhammad Sakhi Khan belongs to Mianwali and is a well known poet and critic of Pakistani literature. In Urdu poetry, he chooses the field of Ghazal. In 2017 he published his Ghazal collection with name of "Tera Aks Meri Kitab hay". He beautified his poetry with the help of analogy (Tashbeeh) and metaphor (Istiara). Analogy (Tashbeeh) and metaphor (Istiara) are virtual and figurative meanings of the words. This tradition came from Persian poetry to Urdu poetry.

Keywords: Dr. Muhammad Sakhi Khan, Ghazal, Analogy, Metaphor, Urdu Poetry.

ڈاکٹر محمد سخی خان کا تعلق میانوالی کی مردم خیز سرزمین سے ہے۔ وہ نیازی قبیلے کی شاخ موسیٰ خیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ پیشے کے لحاظ سے وہ درس و تدریس سے وابستہ ہیں اور اس وقت وہ سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ پنجاب میں بطور ایلیمنٹری سکول ٹیچر فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ غزلیات پر مشتمل ان کی کتاب "تیرا عکس میری کتاب ہے" کے نام سے 2017 میں شائع ہوئی۔ شاعری میں وہ غزل کے ساتھ ساتھ نظم بھی لکھتے ہیں لیکن ان کا رجحان غزل ہی کی طرف ہے۔ اردو غزل کے علاوہ وہ اپنی مادری زبان میں بھی شعر کہتے ہیں۔ میانی بولی (میانوالی کی بولی) میں ان کا منظوم افسانوں کا ایک

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ انھوں نے شعری زبان کے حوالے سے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ پاکستانی زبانیں سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔ شعری زبان میں علمِ بیان، علمِ بدیع اور اسلوب جیسے موضوعات شامل ہیں۔ ان کے تحقیقی مقالے کے موضوع کی مناسبت سے ان کی شاعری میں بھی بیان و بدیع کے اثرات کا پایا جانا عین فطری عمل ہے۔ محمد سخی خان کی شاعری کے بارے میں پروفیسر شوکت محمود شوکت لکھتے ہیں:

> "ان کی شاعری میں موسیقیت نمایاں نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ، ان کی شاعری میں محاکات نگاری، تشبیہات و تلمیحات اور صنائع بدائع کا جابجا خوبصورت استعمال ہوا ہے۔"(1)

تشبیہ اور استعارہ علمِ بیان کی دو معروف شاخیں ہیں۔ ان دونوں سے کلام میں حسن، تازگی اور توضیح کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ محمد سخی خان کی غزلیات میں تشبیہات و استعارات کا مطالعہ کرنے سے قبل تشبیہ اور استعارہ کو سمجھنا ضروری ہے۔

تشبیہ:

تشبیہ سے مراد کسی ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دینے کو شعری اصطلاح میں تشبیہ کہا جاتا ہے۔ تشبیہ کے بارے میں ڈاکٹر محمد سخی خان اپنے مقالے میں لکھتے ہیں:

> "شاعر کسی نامعلوم پہلو کو کسی معلوم چیز سے تشبیہ دے کر قابلِ فہم بناتا ہے۔ تشبیہ محض حسنِ کلام کے لیے نہیں بلکہ مشترکہ صفت یا صفات کی بنیاد پر معلوم سے مجہول کی طرف جانے کا نام ہے۔ شعراء اپنے فہم و ادراک کو بروئے کار لا کر نئی نئی تشبیہات لاتے ہیں جس سے نہ صرف چیزوں کی تفہیم آسان ہو جاتی ہے بلکہ اس سے کلام کا حسن بھی بڑھ جاتا ہے۔"(2)

یعنی تشبیہ سے کلام میں حسن پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ وضاحت بھی ہو جاتی ہے۔ شعراء کسی چیز کی وضاحت کے لیے مخصوص صفت کے لحاظ سے کسی معروف چیز کے ساتھ تشبیہ دے کر اس صفت کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ شعرا اپنے کلام میں نئی تشبیہات لا کر نہ صرف اپنے کلام کو خوبصورت بناتے ہیں بلکہ تشبیہات زبان کی وسعت کا باعث بھی بنتی ہیں۔ تشبیہ

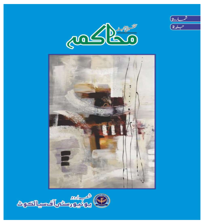

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کے بارے میں تسہیل البلاغہ میں سجاد مرزا بیگ لکھتے ہیں کہ:"تشبیہ کے معنی ہیں کسی خاص لحاظ سے ایک شے کو کسی دوسری شے جیسا ظاہر کرنا"(3)اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیفی نے بھی کیا ہے، کہتے ہیں:

"تشبیہ کے معنی ہیں یہ جتانا کہ ایک چیز ایک معنی میں بلا تجرید و بلا استعارہ دوسری چیز کی شریک ہے۔ مثلاً اس کا قد سرو جیسا ہے،یعنی راستی میں دونوں مساوی ہیں"(4)

تشبیہ کے بارے میں نجم الغنی نے زیادہ واضح الفاظ میں اظہارِ خیال کیا ہے، لکھتے ہیں:

"تشبیہ لغت میں دلالت ہے اس بات پر کہ ایک شے دوسری شے کے ساتھ ایک معنی میں شریک ہے۔"(5)

اصطلاح میں جس چیز کو کسی چیز سے تشبیہ دی جارہی ہو اسے مشبہ کہتے ہیں جب کہ جس چیز سے تشبیہ دی جائے اسے مشبہ بہ کہتے ہیں۔ماہرین نے رائے دی ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مشترکہ صفت یکساں نہ ہو بلکہ وہ صفت مشبہ بہ میں مشبہ سے زیادہ موجود ہو۔سید عابد علی عابد کہتے ہیں:

"جن دو چیزوں میں مشابہت دکھائی دیتی ہے ان میں اختلاف بھی ضرور ہونے چاہئیں ورنہ اگر تمام اقدار و صفات بجنسہ موجود ہوں تو دونوں جگہ ایک ہی شے کا ذکر ہوگا، حالانکہ یہ مراد نہیں۔"(6)

علمِ بیان کے ماہرین کی مندرجہ بالا آرا سے واضح ہوتا ہے کہ طرفین میں مشترکہ صفت کا ہونا ضروری ہے لیکن دونوں کو اوصاف کے لحاظ سے یکساں نہیں ہونا چاہیے۔اگر طرفین میں ایک سے زائد صفات موجود ہوں تو شعر میں مخصوص مشترکہ وصف کی وضاحت ضروری ہے۔مثلاً پھول میں نزاکت، خوشبو، اور رنگینی وغیرہ جیسے اوصاف موجود ہوتے ہیں چناں چہ کسی چیز کو پھول سے تشبیہ دینے کے لیے کلام میں یہ اشارہ موجود ہونا چاہیے کہ کون سے وصف سے تشبیہ دی جارہی ہے۔جیسے کہ میر تقی میرؔ کا شعر ہے:

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

استعارہ:

لفظ کی حیثیت ایک علامت کے طور پر ہوتی ہے۔ شعرا عام طور پر نئی علامتوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ استعارہ کے لغوی معنی ادھار لینا کے ہیں۔ کسی چیز کو کسی مخصوص وصف کی بنیاد پر دوسری چیز کے لیے مستعار لینا استعارہ کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی کو بہادری کی وجہ سے شیر کہہ دینا یا خوبصورتی کی وجہ سے کسی کو چاند کہہ دینا استعارہ کہلاتا ہے۔ استعارہ کے قریب ہی دوسری شعری اصطلاح اشارہ موجود ہے تاہم ماہرین استعارہ اور اشارہ کو دو الگ الگ اصطلاحات کے طور پر دیکھتے ہیں۔ استعارے اور اشارے کے فرق کے بارے میں ڈاکٹر شوکت سبزواری کہتے ہیں:

> "اشارہ کی صورت کسی لفظی یا خارجی قرینے کی ضرورت نہیں۔ اشارہ استعارے کی طرح مجاز ہی کی ایک قسم ہے۔۔۔۔ اشارے میں اصلی معنی مراد ہوتے ہیں۔ استعارے میں حقیقت اور مجاز، اصل اور تصویر میں پوری طرح امتزاج نہیں ہوتا۔ اس میں خارجی قرینہ ہوتا ہے جو حقیقت اور مجاز میں فرق کرتا ہے۔۔۔ اشارہ میں اس قسم کا کوئی خارجی قرینہ نہیں ہوتا اس میں حقیقی اور مجازی معنی مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔۔۔۔ حقیقت دونوں کی ایک ہے۔ اشارہ میں اگر کوئی قرینہ اس امر کا نہیں ہوتا کہ لفظ کے اصلی معنی مراد نہیں تو اصلی معنی مراد لینے سے کون سی چیز ہمیں باز رکھتی ہے؟ اشارے میں خارجی قرینہ نہیں ہوتا۔ داخلی یا ذہنی قرینہ ہوتا ہے۔ شاعر اور پڑھنے والوں میں ایک مفاہمت سی ہوتی ہے۔۔۔ میرزا مظہر جانِ جاناں کا شعر ہے:
>
> خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو
> وہی اک شہر میں قاتل رہا ہے
>
> جب یہ شعر پڑھا جاتا ہے تو شاعر اور سامع کے درمیان سمجھوتا ہو جانے کی وجہ سے کسی کو تشویش نہیں ہوتی کہ شہر میں کوئی خونی گھس آیا ہے اور شاعر اس کی پشت پناہی کر رہا ہے۔"(7)

استعارہ اور اشارہ میں الفاظ حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنی کے حامل ہوتے ہیں جب کہ تشبیہ میں آنے والے الفاظ لغوی معنی پائے جاتے ہیں۔ محمد سخی خان اپنی غزلوں میں تشبیہات اور استعارات کا بھرپور استعمال کرتے نظر آتے ہیں۔ نئی تشبیہات و استعارات متعارف کرانے کے ساتھ ساتھ انھوں مروجہ تمثیلی عناصر کو بھی جدت بخشی ہے جس سے

ان کے کلام میں حسن و نکھار پیدا ہوا ہے۔ ان کی غزل کے فطری حسن کے بارے میں ڈاکٹر حسنین ساحر لکھتے ہیں کہ:

"محمد سخی خان کی غزل فطری حسن سے مالا مال ہے۔ اس لیے ان کے ہاں مظاہرِ فطرت میں بھی ہم آہنگی کی فضا پائی جاتی ہے۔ اُن کے تخیلات کا تانا بانا فطری انداز میں بسیط ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان کے ہاں جمالیاتی اقدار کا یہ عالم ہے کہ حسن تہ در تہ مجبور ضوفشانی نظر آتا ہے جسے ان کی نازک خیالی گردانا جاسکتا ہے"(8)

محمد سخی خان کی شاعرانہ تخلیق "تیرا عکس میری کتاب ہے" سے چند منتخب اشعار فکر و فن کی عمدہ مثالیں بن کر ان کے استعارات و تشبیہات کو دل آویز بناتے دکھائی دیتے ہیں۔

خواہش ہے مری، میری دعاؤں کی طرح ہو
اے کاش کہ جنت میرے گاؤں کی طرح ہو
بھوکا نہ کوئی سوئے میرے شہر میں یارو
اک شہر کا حاکم ہو جو ماؤں کی طرح ہو
اترے میری بستی میں مسیحا کوئی ایسا
جو حبس کے موسم میں ہواؤں کی طرح ہو(9)

یہاں وہ جنت اور اپنے گاؤں میں مشابہت کی آرزو کرتے نظر آتے ہیں۔ اگلے شعر میں وہ حاکمِ شہر اور ماں کے مابین مشابہت کے متمنی ہیں۔ تیسرے شعر میں وہ کسی ایسے مسیحا کے منتظر ہیں جو حبس زدہ موسموں میں ہواؤں جیسا سکون لے کر اترے۔ ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ:

سسکی جیسا روپ ہے اس کا، لفظوں سے محروم رہی ہے
ایک صدا خاموشی بن کر قریہ قریہ گھوم رہی ہے(10)

اس شعر میں شاعر نے سسکتی ہوئی ایک ایسی صدا کا ذکر کیا ہے جو الفاظ سے محروم ہونے کے سبب خاموشیوں جیسا

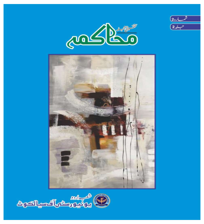

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

تاثر رکھتی ہے۔ ایک اور غزل میں وہ کہتے ہیں کہ:

میں ساز بجاؤں دھڑکن کا
وہ رقص کرے دو آنکھوں سے
وہ حسن کے لشکر لے آیا
اب کون لڑے دو آنکھوں سے(11)

یہاں شاعر نے دھڑکن کو ساز سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ جب اس کی آنکھیں رقصاں ہوتی ہیں تو دل کی دھڑکن ایک ساز کا روپ دھار لیتی ہے۔ پھر کہا کہ اس کی دو آنکھیں گویا حسن کے لشکر ہیں۔

وہ خیال تھا کہ وصال تھا، وہ جو عکس تھا میرے روبرو
وہ سراب تھا کہ وہ خواب تھا، وہ جو رقص تھا میرے روبرو(12)

اس شعر میں شاعر اس مخمسے میں ہے کہ جو سراب اور خواب کی کیفیت جیسا لہراتا ہوا عکس اس کے پیشِ نظر ہے کیا وہ محض خیالی ہے یا یہ حقیقی وصال کی نوید ہے۔ محمد سخی خان کی ایک غزل کے کچھ اشعار یوں ہیں کہ:

بہاروں اور خزاؤں کا سفر جاری ہی رہنا تھا
ادھوری سی ملاقاتیں، ادھوری سی مسرت تھی
وہ گلشن، پھول، پودے، بُو، وہ خوشبو، چاندنی سب کی
مجھے اک خواب لگتا ہے مگر شاید حقیقت تھی(13)

یہاں شاعر ادھوری ملاقاتوں کو ادھوری مسرت قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ زندگی کی حسن کاریوں کے بیچوں بیچ اس کی موجودگی ایک خواب انگیز حقیقت تھی۔ لمبی بحر کی ایک غزل میں محمد سخی خان کہتے ہیں کہ:

کوئی تو تھا وہ جو میری مانند سسک رہا تھا، دھواں دھواں تھا
سراب گاہوں میں، ریگزاروں میں کھو رہا تھا، وہ میں نہیں تھا
سخیؔ بتاؤ مجھے ذرا تم، وہ میں نہیں تھا تو کون تھا پھر

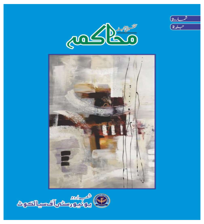

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

جو میری چِتا کے سرخ شعلوں میں سو رہا تھا، وہ میں نہیں تھا(14)

شاعر یہاں تلاشِ ذات اور خود شناسی کی بھول بھلیوں میں الجھا ہوا نظر آتا ہے۔ اسے یقین نہیں ہے کہ سراب زاروں میں سسکنے والا وہ خود ہی ہے۔ وہ اپنے آپ سے سوال کرتا ہے کہ کیا یہ مر جانے والا وہ خود ہی ہے جس کی آخری رسومات ادا کی جا رہی ہیں۔

س بھی ہیں عارضی بندھن، یہاں پر دل لگانا کیا
بڑے کمزور رشتے ہیں، فقط مکڑی کے جالے ہیں(15)

اس شعر میں شاعر نے دنیاداری کے تعلقات کے غیر معتبر ہونے کو مکڑی کے جالوں سے تشبیہ دی ہے۔

پھول کی دسترس سے باہر ہے
تیری صورت میں ہوبہو ڈھلنا
یہ پتنگے کی زندگانی ہے
مرگ سمجھو تو پھر نہیں جلنا(16)

اپنے محبوب کو پھول سے اور اپنے آپ کو پتنگے سے تشبیہ دینا کوئی نئی بات نہیں لیکن یہاں شاعر نے اس معروف تشبیہ کو ایک نئے پیرائے میں استعمال کیا ہے۔ شاعر نے محبوب کو پھول جیسا کہنے کی بجائے یہ کہا کہ پھول محبوب جیسا بننے کی سعیِ بیکار کر رہا ہے۔ پھر پتنگے کے جل کر مر جانے کو حیاتِ ابدی قرار دیا ہے۔

پھر سے کرنوں میں نور بھر جائے
پھر سے منظر میں تُو اتر آئے
جیسے جگنو سا گھپ اندھیرے میں
پھر سے گلشن میں تُو اتر آئے(17)

شاعر کہتا ہے کہ اندھیروں کی دبیز تہ ایسے منور کر دو جیسے گھپ اندھیروں میں ایک جگنو ہی پورے گلشن کو حسین بنا دیتا ہے۔ ایک غزل میں شاعر نے کہا کہ:

اک سسکتی ہوئی آرزو کی طرح

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

میں نے میں بھی کہا ہے تو یُوں کی طرح
کس طرح عکس تیرا اتراشے نظر
چھا گیا دل پہ یُوں رنگ و بُو کی طرح
جانِ جاں! یُوں سدا میرے اندر رہا
میری اپنی رگوں کے لہو کی طرح (18)

اس غزل میں شاعر نے حرفِ تشبیہ کو بطور ردیف استعمال کیا ہے۔ مطلع میں شاعر نے اپنی آرزو کو اندرونی کیفیت کے پیشِ نظر جذب کی کیفیت سے تشبیہ دی ہے۔ دوسرے مصرعے میں شاعر کہتا ہے کہ میرے تخیل کی آنکھ تیرا عکس نہیں تراش پاتی کیوں کہ تو اس دوران رنگ و بو کی طرح تو قرطاسِ تخیل پر حاوی ہو جاتا ہے۔

تشبیہات کے ساتھ ساتھ محمد سخی خان نے اپنی غزلوں میں استعارات کا بھی مسلسل استعمال کیا ہے۔ استعارہ میں طرفین میں سے مستعار لہ موجود نہیں ہوتا البتہ سیاق و سباق سے اس کا تعین کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ جیسے:

محبت کی کہانی تھی، سنانا چاہتا تھا میں
کسی پتھر میں جذبوں کو جگانا چاہتا تھا میں (19)

اس شعر میں محمد سخی خان نے اپنی کہانی سنا کر پتھر میں جذبات جگانے کی بات کی ہے۔ استعارے کی صورت میں پتھر کا لفظ کسی سنگ دل انسان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایک اور جگہ وہ کہتے ہیں کہ:

ابھی کچھ دن فضاؤں میں مرے صیاد رہنے دو
ابھی قید محبت سے مجھے آزاد رہنے دو (20)

یہاں پر شاعر صیاد سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ وہ ابھی اسے محبت کے قفس میں قید نہ کرے۔ یہاں صیاد ایک استعارہ ہے جو اپنے اوصافِ حسن کی حشر سامانیوں کی وجہ سے دلوں کے پنچھی محبت کے دام میں آ جاتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

رات کا سینہ پھاڑ کے جیسے خوشبو ابھرے

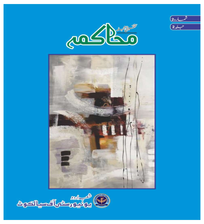

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

سندر سندر رات کی مہکے رانی جیسے (21)

اس شعر میں مستعار لہ موجود نہیں ہے یعنی یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ شاعر کسے کہہ رہا ہے کہ وہ رات میں خوشبو بن کر رات کی رانی کی طرح فضا کو معطر کر دے۔

بڑے ہی منتظر ہیں یہ کہ تیرے روبرو چمکیں

جو میں نے اپنی پلکوں پہ یہ جگنو سے سنبھالے ہیں (22)

اس شعر یہ ذکر موجود نہیں کہ پلکوں پر چمکنے والے جگنو سے کون مراد ہے لیکن سیاق و سباق بنا رہا ہے کہ شاعر نے آنسوؤں کو جگنو کہا ہے۔ ایک جگہ شاعر نے لکھا ہے کہ:

مِری بھی بتوں سے عداوت رہی ہے

اسے بھی بغاوت سے نفرت رہی ہے (23)

اس شعر میں شاعر نے بت کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ بُت سے یہاں مراد وہ لوگ ہیں جو کسی معبود کی طرح اپنی عبادت کے خواہاں ہوتے ہیں۔

شب کے دامن میں کالک ہی کالک سہ

پر چمکتے ہوئے کچھ ستارے بھی ہیں (24)

مجھے بنجر زمینوں میں کسی پتھر کے سینے میں

گلِ لالہ اگانے کی بہت پہلے سے عادت ہے (25)

اُڑتا پنچھی تھام لیا تھا

نینوں سے ہی کام لیا تھا (26)

چلو میرے پاؤں سے پاؤں ہٹا دو

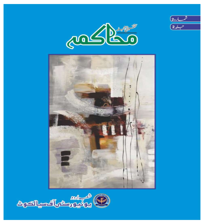

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

سفر پا پیادہ کرو آج تم بھی(27)

شہر کا شہر خدا بن بیٹھا
اپنا کفر بچاؤں کیوں کر
وقت کی مانند گزر گیا ہے
واپس اس کو لاؤں کیوں کر
اس کی ہار گوارا کر کے
اس سے جیت کے آؤں کیوں کر(28)

پتھر کے صنم کو تو سجدوں کی تمنا ہے
معبود کہوں کیسے ہاتھوں کے تراشے کو(29)

زرد رُت کے اجاڑ لمحوں میں
سرخ رُت کا نقیب لگتا ہوں(30)

جب وہ برگد کٹ رہا تھا، گھونسلے میں شور تھا
پھر پرندے اُڑ گئے تھے، اُڑ گئے تھے سب کے سب
آج بیچا جا رہا ہے کتنا ارزاں سب کا کل
دیکھتے ہیں سوداگر کو، سِل گئے پر سب کے لب(31)

پھر سے خوشبو لپٹ پڑے مجھ سے

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

پھر سے شبنم کی آنکھ بھر آئے(32)

ڈاکٹر سخی خان بیک وقت شاعر اور افسانہ نگار ہیں۔ان کی شاعری میں ترنم پایا جاتا ہے۔اس کے علاوہ ان کی شاعری میں تشبیہات و استعارات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ تشبیہ کی بدولت شعر اکلام میں خوب صورتی کے ساتھ ساتھ وضاحت بھی پیدا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سخی خان نے اپنی غزلوں میں تشبیہات و استعارات کا بڑا بھرپور استعمال کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے نئی تشبیہات و استعارات بھی متعارف کروائے ہیں۔ان کی غزلیں حسن سے بھرپور انداز میں مزین ہیں۔اس کے علاوہ انہوں نے اپنی غزلیات میں استعارات کا بہترین انداز سے استعمال بھی کیا ہے۔سیاق و سباق کی وجہ سے مستعارلہ کی عدم موجودگی کے باوجود اس کا تعین ممکن ہو جاتا ہے۔ان کی غزلوں میں مظاہر فطرت میں بھرپور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ان کے تخیلات کے تانے بانے قدرتی طور پر پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ انہیں جمالیاتی اقدار کے بارے میں کو ان کی نازک خیالی تصور کیا جاسکتا ہے۔

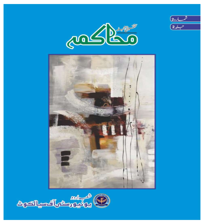

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

حوالہ جات

1۔ شوکت محمود شوکت، میں شاعر ہوں، مضمون مشمولہ، تیرا عکس میری کتاب ہے، محمد سخی خان، راولپنڈی، رومیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، 2017، ص:22

2۔ محمد سخی خان، ہیر وارث شاہ کی شعری زبان کا تجزیاتی مطالعہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، شعبہ پاکستانی زبانیں۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2023، ص:23

3۔ سجاد مرزا بیگ، تسہیل البلاغت، دہلی، صفوۃ اللہ بیگ صوفی پبلشرز، 1339ھ، ص:127

4۔ کیفی، برجموہن دتاتریہ، منشورات، دلی، انجمن ترقی اردو، 1968ء، ص:79

5۔ نجم الغنی نجمی رامپوری، بحر الفصاحت، مرتبہ کمال احمد صدیقی، ص:967

6۔ عابد، سید عابد علی، البیان، لاہور، سنگِ میل پبلیکیشنز، 2016ء، ص:89

7۔ شوکت سبزواری، معیارِ ادب، کراچی، مکتبہ اسلوب، 1961ء، ص:109

8۔ حسنین ساحر، عکسامین، اسلام آباد، بزمِ تحقیق و تخلیق، 2023، ص:67

9۔ محمد سخی خان، ڈاکٹر، تیرا عکس میری کتاب ہے، راولپنڈی، رومیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، 2017ء ص:26

10۔ ایضاً ص:33

11۔ ایضاً ص:62

12۔ ایضاً ص:74

13۔ ایضاً ص:51

14۔ ایضاً ص:128

15۔ ایضاً ص:133

16۔ ایضاً ص:135

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

17۔ ایضاً ص:138

18۔ ایضاً ص:139

19۔ ایضاً ص:25

20۔ ایضاً ص:34

21۔ ایضاً ص:70

22۔ ایضاً ص:133

23۔ ایضاً ص:50

24۔ ایضاً ص:55

25۔ ایضاً ص:76

26۔ ایضاً ص:79

27۔ ایضاً ص:85

28۔ ایضاً ص:101

29۔ ایضاً ص:116

30۔ ایضاً ص:125

31۔ ایضاً ص:136

32۔ ایضاً ص:138